رجسٹرڈ نمبر اے ۷۵۸



توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں، مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی۔ اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر نہ بنایئے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھایئے اسلیے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت۔ رائے کی صائبیت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر کیجیے۔ انشاء اللہ سال بھر کے پرچوں میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کے پاس جائے آپ کے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بنیئے اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما بخیر شما بہ سلامت۔ ہندوستان پر ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ وام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاک کے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خرد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو لفافے پر نیاز مند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں۔ ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے مشتہر کا خود ہی تحریری ذمہ دار ہے۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو نقط۔

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴ نمبر ۳۶

مضامین غمر

مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء

ہے بے قدری زمین ہا ناز سوزد میتوان بردن
گران چون سنگ میزان کمالات نیست ارزان شو

مولانا شیخ ۔ اڈیٹر صاحب کی بیماری نے آپ کو چند روز کے لیے خانہ نشین کر دیا۔ خدام کو بھی یہ بھی نہیں بھائی ۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہے ۔ مگر دل مفلس کے چراغ کی طرح ٹمٹماتا رہا اگرچہ بجھا نہیں ارے صد شکر کہ خدا نے پھر آپ کی صورت دکھائی سوکھے دھانوں پانی پڑا امید بندھی ۔ رنگ دھڑ گ ہو گیا۔ آپ جانیے تیل لاش اور تصدق ہو گئے ہم غریبوں کے پاس کہاں جو صدقہ اتاریں ۔ بلکہ صدقہ اتارنے کا دستور اب نہیں رہا ۔ حکومت لیے ایسے قانون صدے کی جڑ سے نکال رہی ہے جو چندہ صولتوں اور قیدیوں کا شمار بڑھائیں ۔ لوگ بلا وجہ کیسے دھرے پکڑے جائیں ۔ بھلا اس پکڑ دھکڑ میں اس کا بھی خیال نہیں کہ کس سے [illegible] پکڑا جائے [illegible] ۔ قانون بے تمیزی سے سارے مال لگے ہیں ایسا کیسے جس [illegible] نہیں ۔ شادی خود ہی بلا ہے ہے جو بے وقوف پھنستا ہے اپنی جان کو عمر بھر روتا ہے ۔ مگر یہ قانون پھانسنے والوں کو [illegible] میعاد کے اندر جو کوئی اپنی اولاد کو عقد کی زنجیر میں کسے گا ۔ بیٹے کو صاحبزادے تالیاں بجائیں گے ابا جان جیل خانے جائیں گے ہات تمہارے کی! نہیں جانا تھا؟ اب تم خود بڑے گھر جاؤ کچھ روز جیل میں رہو قید کی مصیبت سہو ۔ ہزار روپیہ کی تھیلی جرمانے بھی دو آخر شادی میں گالیاں دینے والی ڈومنیوں کو انعام دیا تھا یا نہیں ؟ گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا اور اس کا یہی قرار

[illegible] جیل خانہ بھرے ۔ شادی رہے [illegible] دولہن دولہا کے گھر میں کوئی فرق نہ رہے ۔ دونوں کے [illegible] سے آنسو بہے ۔ جو کہیں مصلحت کے خلاف جیب [illegible] تھے نہ [illegible] ہو جائے تو چوری اور بیاہ میں امتیاز نہ رہنے پائے قانون [illegible] واردات کے ذیل میں یہ بھی آئے وہ بھی آئے ۔ پولیس رپٹ کرے جناب عالی گزارش یہ ہے کہ اس حلقے میں ایک نہایت سنگین واردات ہو گئی ایک شخص مسمی شامت زدہ نے مرتے وقت اپنی اکلوتی لڑکی مساۃ نصیبن کی شادی اپنے بھتیجے مسمی مصیبت خاں ولد ظلمت خاں کے ساتھ کر دی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مساۃ نصیبن کی عمر ۱۲ سال ۲۲ سکنڈ کم تھی اور مسمی مصیبت خاں بھی قانونی عمر سے ۵ منٹ پینتالیس سکنڈ کم کا تھا ۔ مسمی مذکور یتیم ہے اور اپنے چچا مسمی شامت زدہ کے پاس رہتا ہے ۔ شادی کے دو گھنٹے کے بعد مسمی شامت زدہ فوت ہو گئے دوسرا کوئی وارث اس کا نہیں ہے مسمی شامت زدہ متوفی نے ایک ہی ہزار کی مالیت چھوڑی ہے جو صرف تجہیز و تکفین ہو گئی جاتی ہے لہذا جلد حکم مناسب صادر کیجیے ۔

عجب نہیں کہ رپٹ پہنچتے ہی مقدمہ شروع ہو جائے ۔ لاش جیل خانہ دیکھے اس کی [illegible] کی نوبت آئے ۔ میت سنگینی جرم [illegible] تھا یہاں نابالغی کا نکاح ناجائز قرار پائے زبردستی جبر بیوہ جبر طلاق کا آرڈر جاری ہو ۔ مجرم مرحوم کی گرفتاری ہو ۔ ہاں صاحب واقعی یہ جرم اصطلاح جدید قتل سے زیادہ سنگین ہے ۔ بلکہ زیادہ نازک اور مہین ہے ۔ مرنے والے سے قصاص کون لے سکتا ہے وہ تو خود ہی ابدی زندان کا عادم ہے ۔ میت جب [illegible] دفن ہو جائے گی اور مال متروکہ جو یادگار میں شامل ہو کے ضبط ہوگا [illegible] بجائے گی ۔ حاکم کو رحم کی ضرورت کیا ہے قانون اختیار دیتا ہے کہ ہزار روپیہ تک تاوان عائد کرنے کے مجاز ہو اپنی قوت دکھاؤ رعب قائم کرو ۔ الغرض وہ وقت دور نہیں کہ شہر اور دیہات میں شادیوں کے ساتھ

ساتھ چلا پولیس ہے ۔ کوئی [illegible] رو دیا کی آواز [illegible] ۔ فرض کیجیے کہ اپیل کا دروازہ بند نہیں [illegible] کہ [illegible] ہائیکورٹ [illegible] کچہری [illegible] اور وکیل صاحب کی اجرت میں صرف ہوا ہے ہے ۔ اور [illegible] عدالتوں نے بگڑی بھی [illegible] تو پھر

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

جورو کے ہاتھوں پائے تو مصیبت ہیہات ۔ بغل میں چھکول گدائی ۔ واہ میاں کیا خوب شادی رچائی استغفر اللہ اس جانب مسوفت فسانۂ عجائب کی زبان میں گفتگو کرنے لگے حضرت معاف کیجیے گا ۔

واقعہ یہ ہے کہ بعض دل جلوں نے از روئے شرع اسلام اس عجیب و غریب قانون کو [illegible] کے سانچے میں ڈھالنے کی سعی کی ہے ان کی [illegible] سے پرانے زمانے کی [illegible] کا مقابلہ ہو جاتا تو اچھا طرز تحریر یاد آ گیا رنج کشیدہ دل کو سرور کی فرحت آن پڑی ۔ سرور مسرت کے خیال نے حضرت سرور آنجہانی مصنف فسانۂ عجائب کی طرف انتقال کیا ۔ اور لگی قافیہ پیمائی ہونے ۔

۲۵ ۔ اکتوبر کا ہمدم [illegible] بحضور مسوقت پیش نظر ہے کوئی مولانا عارف ہیں [illegible] کے نام کا جزو ہے حضرت نے [illegible] میں ایک مضمون سلسلہ وار لکھنا شروع کیا ۔ پہلا جزو دیکھا نہیں مگر دوسرا حصہ اس نمبر میں موجود ہے وہی غنیمت [illegible] کے لیے بہت ہے ۔ فرماتے ہیں [illegible] حق کا لفظ استعمال ہونے کے بعد فرضی اور وہمی [illegible] کو حقیقت نفس الامری کا مقصد بنا کے ایک طلسم تیار کرتے اور بھولے بھالے مسلمانوں کا دل خواہ مخواہ دہلائے دیتے ہیں ۔ بس کسی ایسے قانون کی بابت جس کی اطلاع نہیں جس کی بنیاد فرضی اور وہمی [illegible] کے قائم کی گئی ہو ۔ اچھا سنیے تو فرماتے کیا ہیں :۔

"فرض کیجیے کہ [illegible] حق [illegible] اختیارات [illegible] مراد [illegible] شرع نے [illegible] دی ہے [illegible] غلط استعمال ہونے لگے [illegible]

شادی کا رواج مسلمانوں میں ہو جائے ورنہ
بھی شادیاں نابالغوں کی ہو نہ گئیں اور حضرت
کا بھی نہیں اس وقت رواج ہو جائے تو ہر جگہ یہی
صورت میں نہایت نیک نتائج پیدا ہوں گے۔

خدا بخشے حضرت آغا وزیر انہیں کو سیلاد کھینے جا رہے تھے۔ رفیق بھی گنا چھیلتا ہمراہ رکاب تھا۔ تعب دور کرنے کے لیے آغا نے فرمایا آؤ بھائی ہم تم شو شو روپیہ ملا کے کھیتی کریں۔

رفیق۔ ترکیب تو واللہ (ماشاء اللہ) خوب ہے۔ اچھا روپیہ حاضر ہے لیجیے کھیت۔ مگر یہ تو بتایئے بوئیں کیا؟

آغا۔ پونڈے۔ پونڈے۔ بھلا اس سے بڑھ کے اور کون سی نعمت (نعمت) ہے۔

رفیق۔ ہا ہا کیا اچھی چیز تجویز کی ہے۔ بس بس پونڈے ہی بو دیا۔

(فرضی کھیت میں رفیق طرق نے راہ چلتے قلبہ رانی کی اور سڑک پر بیٹھے گڑ سے لے سب ہی معدوم گنے کی پوریں بو دیں۔ جھکے پھرتے پھر جھکے پھرتے چلے کھیت لہلہانے لگا)

آغا۔ بس بھائی کھیت اب کاٹنے کے قابل ہو گیا واللہ گنڈیریاں ہیں کہ بلبلیاں؟

رفیق۔ لو کیا آپ نے کھانے کو ہاتھ لگا دیا۔ دیکھیے بھائی صاحب یہ بالکل خلاف ایمان ہے۔ بائیں تو کیا جب بھی خستہ کو کے انڈے کھائیں۔ آپ کھاتے ہیں اور صلاح بھی نہیں کرتے۔ بونے جوتنے میں کم ہماری تھی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ لے بس! اب جو آپ نے ہاتھ لگایا تو قسم قرآن کی اچھا نہ ہوگا۔ کھیت جب کٹے تو آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔

آغا۔ کیا کہا۔ ذری پھر تو کہنا۔ ہم نے ذرہ خرچا ہے ہمیں سب طرح کا حق ہے دھمکانے کیا ہے۔ کوئی تمہارے دیل میں ہو دب جائیگی۔ اے دیکھو پھر ہم کھیت میں گھسے اور دیکھو یوں چٹ سے پونڈا توڑا۔ دست بریدہ چھالا اتارا۔ یہ گنڈیریاں بنائیں اور چٹ چٹ یہ چوسیں۔ کہو اب کیا کہتے ہو؟

رفیق۔ ابے تو کیا تو یونہی سارا کھیت اجاڑ دے گا۔ رہ تو جا تیری ایسی تیسی کی دیکھ تو نے دو توڑے ہیں تو میں دس توڑ دا جہاں۔

آغا۔ اسے قدم آگے بڑھایا تو وہ دوسری پانے کا پیچ باندھ کر کھڑا ہو جاؤ گے پھر دیکھنا کہ دوستی مروت کا کیا خاتمہ کیا۔

رفیق۔ ارجی کہتے کیا ہو چٹ۔ ایک چٹ دو چٹ تین چٹ چار چٹ پانچ۔

انشاء اللہ خاں شاعر کے بوسوں کی گنتی تمام ہو گئی تھی سے

ایک دو تین چار پانچ چھ سات
آٹھ نو دس ہوئے بس انشا بس

مگر ان کی گنتی تمام نہ ہونے پائی تھی کہ آغا نے



صحیح عمر جواز رضامندی

وطن لاہور

وطن۔ ملک ملت کا بہترین خادم ہے۔
وطن۔ بہترین مضامین و بہترین شاعروں کا بے بہا مخزن ہے۔
وطن میں انگریزی و عربی فارسی ترجمہ و [illegible]
اس کے علاوہ جامعیت نہایت اور مسائل حمایت اسلام ہیں اور دیدہ زیب تصاویر خوشنما چھپائی قیمت سالانہ بہت کم اور حجم اس قدر زیادہ کہ ہندوستان بھر میں اتنی قیمت کا کوئی اخبار اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا آپ آج ہی ایک سٹ کارڈ لکھیے۔ آپ یقیناً اسے پسند فرمائیں گے۔ سالانہ قیمت ۳ روپیہ ششماہی ہیں ۲

پتہ:۔ منیجر اخبار وطن لاہور

ہوئے یہ پھر کے جاپیچ کا تماشا دیکھ کے گنے کی چاندی کی طرح قتل کے بکھر گئے اور گنے پیچ ہونے۔ اور حسرت جاتا تھا سرکاری پیادہ اسے جوان جہان جنگ آور کو یوں سڑک پر چپٹ ہوئے دیکھا تو بیچ بچاؤ کے لیے بڑھا۔ دونوں کو ٹھوکر کے سبب جنگ پوچھا۔ حال سنے اور کہنے لگا۔ سنتے ہی یہ اکیلے اکیلے کھیتی کر لی تمہارا حق دیا نہ سرکار کی زرہ کیا مالگزاری ادا کی نہ پٹائی نہ قبولیت ہوئی چلو تو چلیے در کے پاس۔ بیٹے کی روانگی حل ہوئی جھمیلے میں نہ پنچے دوانے تین روپیہ سرکاری حق میں پانچ روپیہ اپنے نانکاری حق میں بیچے دو دو روپیہ پیادے کا حق ہوئے دو منٹ دیکھ سر پر وہ کارہی گیا اگر دانہ تھا اس نے بھی تین کی سنائی۔ تیس روپیہ اصل اور چالیس دس پانچ لگے۔ دیہات، میلا گیا اچھی ایسی تیسی ہے۔ جہاں بیٹے کی خوشی میں نذر نیاز کرتے بڑی کان مروڑے کہ پھر کھیتی کا نام لیجیے۔

[illegible] کی بنا پر وہ ایک کے بدلے ایک قانون وضع کر دیا تا کہ خواب میں بھی جو شخص ابھی جو روٹے دعا کرے رو زنا میں جا اسے کہ تقریر موجود ہے اور اور اسکے ساتھ ہی باپ ماں و ولی مشاہدے بھی سب کے سب ایک ماہ قید بھگتیں اور ہزار روپیہ جرمانہ ادا کریں۔ اسے جناب فرض کا میدان بہت وسیع ہے۔ آپ فیصدی ایک واقعہ بھی ایسا دکھا دیجیے کہ کسی مسلمان نے آپ کے فرض و وہم کے مطابق رقت سے پیشتر خلوت صحیحہ کی ہو تو میں بھی تو ہو تسلیم کر لوں گا کہ سارا دیل ضرور قابل غور ہے۔ بالغوں کی شادیوں کا شمار بھی فیصدی ایک نہیں۔ قبل از وقت نزدیکی تو شئے دیگر ہے۔

نکاح کے امر شرعی ہونے میں کسی کو شک نہیں نکاح کی صحت یا غلطی کا فیصلہ شرع کرتی ہے جب کی صحت بھی شرع کے رو سے تسلیم کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں رواجی قوانین کے جنہیں اہل اسلام نے وطنی آب و ہوا کے اثر سے بخوشی قبول کیا اور اولاد اکبر کو ساری املاک حوالے کر کے دوسری زوجات و اولاد کو محروم

بندہ پرور آپ نے یہ کتابیں خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ ہم نے انکے پڑھنے میں آنکھیں پھوڑی ہیں۔ ہیں، آشفتہ صاحب کی اس سعی میں بجز مخالفت کے کوئی ثمر معلوم نہیں ہوتا۔ زبان کے متعلق ہمارا فرض دو جہتوں میں گھرا ہوا ہے۔ قدیم محاورات میں نقصان نہ ہو۔ الفاظ تعبیر مطالب کے لیے جو انتخاب ہوں وہ بصورت صوتی اور لطف معنوی سے وحشی نہ ہونے پائیں۔ ان دونوں باتوں کے باقی رکھنے کی کوشش پہاڑ ہے جس کا اٹھانا آسان نہیں۔ قدما کی بول چال پر پوری اطلاع ہنسی ٹھٹھا نہیں زبان کی حفاظت صوری و معنوی استقامت سے کھیل نہیں۔ اس گھیرے کے اندر رہ کے ترقی کی راہیں نکالنا ان دونوں باتوں سے زیادہ دشوار ہے۔ عربی نے اتنی ترقی کی کہ پرانی کتب لغات بیکار نہیں ہوئیں۔ ہوا تو اتنا کہ مستعربات یعنی نئے الفاظ زیادہ ہوتے رہے۔ یہی زبان اجنبی طرز اختیار کرے گی وہ ترو تازہ الفاظ پر مجبور ہے۔ میاں تسلیم مرحوم کی طرح الفاظ کی ایجاد کوئی مشکل نہیں۔ "پانی پر فا گیا" "میں آبدیدہ ہوا" ہوں۔ اس قسم کے خرافات بچے بھی گڑھ سکتے ہیں وہ زبان رواج پا جائے تو پرانے الفاظ تھوڑے ہی دنوں میں غیر مانوس کتب لغات ردی کی نذر۔ قدما کی جگر کاوی رائیگاں اور غیر مفہوم ہو جانے میں کوئی کلام نہیں۔

(۳) "دھوئیں پار کر دیے" پر آپ اصلاح دیتے ہیں "دھوئیں اڑا دیے" کہنا چاہیے۔ کیوں؟ آپ کی خاطر سے؟ کل جیلوں اور سپاہیوں کا ایک محاورہ شاعر کے نادر انداز ہونے کے وصف میں استعمال ہوا ہے اسے بگاڑنے کا آشفتہ صاحب کو یا آپ کو حق ہی کیا ہے۔ یہ نشانہ کے کارگر ہونے اور فتح عظیم پانے سے کنایہ ہے۔ کیا اسمیں کوئی لفظ خلاف تہذیب ہے؟ ذری سچ کہیے۔ یہاں ایک محاورہ یہ بھی مستعمل ہے "فلاں چیز کی بھرمار کر دی"۔ جو لوگ اس سے واقف نہیں اطلاع ہے کہ یہاں ایک پلٹن تھی جس کا نام تھا "بھرمار پلٹن" وہ توڑے دار بندوقوں سے، انھوں نے انگریزی رو دیز پلٹنٹ کے سامنے انگریزی پلٹن پر سبقت حاصل کی جاتا تھا انگریزی پلٹن کے پاس ولایتی کارتوس والی بندوقیں تھیں مگر وقت کے اعتبار سے کئی سو فیر بھرمار پلٹن کے گنتی میں زیادہ تھے کیا آپ کی خاطر سے یہ محاورہ بھی ترک کر دیا جائے جو مجانست اور کثرت کسی شے کی ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ شرفائے اہل زبان برابر بولتے ہیں۔

(۴) "اس مطلع کی منزل اور مطلعوں سے دور تھی" اسکے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ "مطلع اور منزل میں ایہام تناسب ہے مطلع بول گئے ہیں" یہ تو کوئی اعتراض نہ ہوا کیا ایہام کی نوع "بدیع" سے خارج ہے؟ اچھے موقع پر یہ بھی لطف دیتی ہے کس کا کلام ایہام کے گناہ سے پاک ہے؟ اس کا نام لیجیے۔

(۵) "آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں" آپ کے نزدیک صحیح نہیں۔ "آنسو آنکھوں میں ڈبڈبا آئے کہنا چاہیے" اس ارشاد کے ساتھ جناب دو ایک خوشامدانہ جملے بھی لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ "اللہ تم سلامت رہو ہماری خاطر سے یوں ہی کہو جس طرح ہم کہتے ہیں"۔ حضرت دوسرے کو جاہل سمجھنے میں اتنے دلیر اور ذکی کیوں ہو گئے۔ اس فقرے کے متعلق گزشتہ نمبر میں فارسی اور عربی جملے لکھے جا چکے سندیں میر ضیا۔ میر انیس۔ میر تقی وغیرہم کی پیش ہو چکیں۔ وہ ہمارا بیکار ہے ؎

"وہ ڈھونڈتے کے آگے رو دیے اپنے دیدہ سے کوئے"

نادر ڈھونڈا ہوا عذر یہ کیا جاتا ہے کہ میر انیس مرحوم نے اس بیت میں "چشم" اور "آنکھ" کہہ کے اس محاورہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی

حالانکہ قدیم اردو میں "چشم" اور "آنکھ" ایک ہی چیز کبھی گنی۔ بلکہ جہاں "آنکھ" نظم ہو سکتی تھی وہاں بھی "چشم" موجود ہے۔ یہ استعمال بغیر کسی امتیاز کے عورتوں کی زبان سے بھی سنا ہوا ہے۔ عورتیں بچوں کو سلانے کے لیے "لوری" دیتی اور کہتی ہیں:۔

"پھول اس تیری چشمیں، تیری نیند کرے کے تیسیں۔ بچے پھر بھی چوموں گی۔ چومس تیری پیشانی، تیری دولت کی نشانی بچے پھر بھی چوموں گی"

طرفہ یہ کہ نصاب تعلیم میں ایک شعر عام طور پر درج ہے ؎

چشموں سے میں کے چوم لوں تربت حسین کی
یا رب مجھے نصیب زیارت حسین کی

ساتھ ہی کہتی جاتی ہیں پڑھو میاں شعر "نبی بی بیجو" سچ کہیے کیا آپ نے یہ شعر بھی نہیں سنا؟ میر تقی صاحب فرماتے ہیں ؎

تنگ چشم میں بھی سرمہ کا دنبالہ کھینچیے
اس مست کے بھی ہاتھ میں گویا ایک دو

دوسری غزل میں ارشاد ہوتا ہے ؎

چشم ہو تو آئینہ بھی ہے وہی
منہ نظر آتا ہے دیواروں کے بیچ

میر محمد منعم تخلص منعم جو سنہ ۱۱۸۰ھ میں لکھنؤ آئے اور آصف الدولہ کے ملازم ہوئے، کہتے ہیں ؎

مجھو گئی چشم تیرے عاشق کی
سوگ میں بیٹھو یا عبادت کر

میر حسن مرحوم ؎

ہے پارۂ عقیق جگر دیکھیو کہیں
اے چشم تیرے ہاتھ سے یا لگیں جا

میر محمد منعم مذکور عالم آدمی تھے ایک تفسیر کے مصنف تھے عربی فارسی اردو میں شعر کہتے تھے انکی بیگم بیگا تخلص کرتی تھیں اپنے شوہر کی شان میں غزل کہا کرتی تھیں ان کا فارسی کلام بھی کہیں ہمارے ردی خانے میں ہے میرزا ابو طالب خاں اصفہانی مشہور بہ لندنی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ باعتبار حسن و جمال بیگم لاکھوں میں ایک تھی۔ ایک مرتبہ انکے شوہر آصف الدولہ کے دربار میں گئے تو انھوں نے اپنے شوہر سے یوں شکایت کی ؎

منعم کا وصل سلطنت جم سے کم نہیں
گو مال و زر نہ ہوئے تو کچھ اسکا غم نہیں
ملنے وزیر کو گئے اے میرے بادشاہ
گھر کا وزیر بھی تو کیا آصف سے کم نہیں

[illegible]

آنکھ کے عوض چشم کہتی ہیں۔ انکی پوری غزل لکھ دینا چاہیے پڑھی رہے گی ؎

گرندا ہم کو نہ پیدا کرتا — یہاں ستم کو دو شیدا کرتا
قد ہمارے کو نہ کرتا جو طلبہ — اس قیامت کو نہ برپا کرتا
حسن و خوبی جو نہ دیتا تجھکو — عشق کب اپنی بقا کرتا
چشم کا تیری اگر پاتا عکس — زاہد کب ساغر صہبا کرتا
گل اگر عام نہ ہو چشم کی شکل
سب وہ جھک جھک کے نہ دیکھا کرتا

واجد علی شاہ کی غزل کی تجنیس رندانہ کی ہے (صفحہ ۲۱۲ دیوان رند مطبوعہ نولکشور پریس کانپور) اسکا ایک شعر ہے ؎
شمع محفل کی طرح چشم دکھاتے ہو ہمیں
ساقی سیمیں چشم پروانہ بنایا صاحب

چشم دکھانے سے زیادہ فصیح آنکھ دکھانا ہے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ کیا ہم صرف گرم نگاہی کے مستحق ہیں جو شمع کی طرح جلانے کی گھات میں ہو۔ شمع کی سرشت اعتبار کی ہے تو ساقی آنکھوں کے دکھانے والا ہو جو شمع ہے زبان تو نہ ہے کہ گرمی نہیں جو کوئی جل جائے رند خود کہتے ہیں ؎

نرگسی چشم کا شعرہ جو سراہیں چندے
چاہیے سارا جہاں شہر خموشاں ہو جائے

ان تمام شعروں میں "چشم" کی جگہ آنکھ بدون کسی نحوی و معنوی تغیر یا سقم محاورہ و زبان کے آ سکتی ہے۔ مگر دونوں لفظ آنکھ اور چشم یکساں حالت میں ہیں۔ چشم کہنے سے محاورے میں کوئی قصور یا سقم پیدا نہیں ہوتا۔

افسوس ہے کہ کوتاہ نظروں سے سابقہ پڑا ہے جو قلم ہاتھ میں لے لینا جانتے ہیں علم سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ دعوے اتنے بڑے اور معرفت کا یہ حال۔
باقی آئندہ۔

دستخط

اربابِ الادب و الانشاد

۲۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء

نوٹ:- بوجہ عدم گنجائش اودھ پنچ کی شکایت کی پہلی قسط اس نمبر میں نہ درج ہو سکی۔ دفتر میں پڑی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ محفوظ ہے نقد۔
ایڈیٹر

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"ادب"

"ادب" ادارہ تدوین و ترجمہ۔ اچھا مال ہے۔ یہ ایک ماہانہ رسالہ ہے جو ہوشیار اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ لکھنؤ سے نکلا ہے۔ اردو ادب کی ترویج اور ادبیات کی صحیح لائنوں پر خدمت مقصود ہے۔ اور حال کے ادیبوں کے تعصب کا ازالہ اسکی غایت۔ کام نیک ہے۔ واقعی آجکل لکھنے والوں اور مضمونوں کا یہی رنگ ہے کہ ذرا روشنی دماغ کو پہنچی پر آستین چڑھائے ہاتھ میں لکڑی لیے دعوےٰ لکھنے بیٹھ گئے اتارتے ہوئے ستم یہ ہے۔ ہندو مصنف کی ہے اگر کسی مسلمان کی زبان سے نکل جائے تو وہ غیر مستند اشخاص کی فہرست میں داخل کر لیا جاتا ہے اور کسی غیر مستند کو اگر اردو ادیبوں کے متعلق کوئی مضمون لکھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو سوائے تنگ نظری کے علاوہ سب نظر کرتا ہے۔ تمام ہندوستان میں ہی نظر آتے ہیں کوئی مسلمان صاحب بیچارہ دکھائی نہیں دیتا۔ دونوں ایسے جادہ راہ پر قدم زن ہیں جو منزل ترقی سے دور کرتا جاتا ہے محنت کرنے والوں کی محنت اکارت۔ ہندو اور مسلمان ہونے کا سوال تو اس وجہ سے خفیف ہے کہ دشمنان ہند کی عنایت سے ہر قسم کی تفرقہ اندازی پر تشیع اور سنی مفاد کو فوقیت ہو جاتی ہے۔ یہاں تو سنی تذکرہ نگار شیعہ کے کمال ذاتی پر اپنے پردہ ڈالنے کی سعی کرتا ہے کہ وہ شیعیت کے گناہ کا مرتکب ہے اور یہ گناہ قابل عفو نہیں۔ یا اسکے بالعکس شیعہ مصنف ایک چار یار کے ماہر فن کی تحسین اس وجہ سے نہیں کرتا کہ وہ سنی ہو کے اپنے ذاتی اوصاف ضائع کر چکا۔ لاحول ولا قوۃ۔ غیر ہم خوش ہیں کہ یہ رسالہ جاری ہو گیا اور اپنی دھن کی پابندی اسی نمبر سے اس نے شروع کر دی ہے۔ خدا مبارک کرے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ پرچہ کچھ مشہور اور شخص قلم سے بھی علم ہے۔ ایسے نقش کشوں کی بنا پر نقش و نگار بنائیں۔ مقام اشاعت چوہا بیگم کی گلی لکھنؤ ہے۔ ایڈیٹر سید اعظم حسین صاحب ہیں۔ تیم چار جزو۔ قیمت چار روپیہ سالانہ ہے۔

پوسٹمین انڈ سٹار ریلیف لکھنؤ کی پولیٹیکل کانفرنس

"ہائے درد"

اس کانفرنس کا سالانہ اجلاس توق علامہ حسن ہوا افسوس ہے کہ بلکی ہوا کا سارا ذکر کرنا فرض ہے کہ بیاری دو مجبوری نے شرکت سے محروم رکھا اور مسلک اس پوسٹ مین کا مستقل دائمی ممبر بن ہے جاسی ہے۔ جیسے ہم لطف درد سر اٹھایا۔ جناب صدر مسٹر شیرانی کے ارشادات دو مرتبہ ہنستے ہنستے ہوگیا خاک دیکھ کر بیٹھے بیٹھے خالی داد دادکرکے نائب صدر ہونے کا حق ادا کر رہے دور دست تھے ایک تھا مالی ایک تھا مگر تیرتھ طویل ہے۔ مگر ہمیں اتنا حصہ قابل تحریر ہے کہ مالی تھا کابل اور رنگریز مستند جا کر اور ہم سفر تھے۔ تیار ہو کر پہونچے تو مالی صاحب نے پان اور حقے کا کھانا شروع کیا "ہائے درد" "ہائے درد" غریب رنگریز گیا بازار سے آٹا لایا۔ ساتھی ہے کی آگ تو نہ جوتی "آگ روشن کی" اور ایک کو دو روٹی پکنے بیٹھا۔ جناب ہائے درد" سامان آ گیا رنگریز ہم کو دو بنے بیٹھا صاحب سے کہا چولہا سلگا دو جواب ملا "ہائے درد" چولہا روشن ہوا۔ آٹا گوندھ دو کیا تو پڑا گیا تو رو دیا کہ ہائے درد کہنے لگے۔ رنگریز نے کہا میاں برتن ہی دھو ڈالو میرا ہاتھ خالی نہیں۔ دور دیکھو ایک آدمی کنوئیں سے ڈول کھینچ رہا ہے آدوڑا۔ "ہائے دادا" "ہائے درد" مختصر یہ کہ ہنڈیا پک گئی پانی آ گیا دسترخوان بچھ گیا۔ اب رنگریز نے صلاح کی کہ آؤ کھانا کھا لو۔ مالی صاحب انگڑائی لیکے اٹھے ہر جگہ فرمایا "دادا ہم شرم آتی ہے" اتنے کاموں کی تم نے فرمائش کی اور میں نے انکار کیا اب آخری فرمائش کی تو ضرور تعمیل کروں گا چاہے جان ہی پر کیوں نہ بن جائے"۔ بالکل بندہ بھی مالی کی ہم آوازی کرتا ہے یعنی کامیابی مبارک باد کہتے میں تامل نہیں کرتا۔

اصلاحِ ادب "اودھ پنچ" کے تراکیب مستعملہ محاورات کے بارے میں جو مضمون آجکل حضرات ذیل پر لکھا ہے اسی حال برزم ترمیم شامل کیا جائے گا۔

کارٹون میں تاریخ اشاعت غلط درج ہو گئی اسکی تصحیح کر لیجیے یعنی ۲۰ اکتوبر لکھیے۔

کرنے کی ضرورت یا قوانین ہند کے۔ جیسے حکومت
وقت نے اپنے حکم سے جاری کیا دیگر مذہبی معاملات میں
آپ شرع کی پابندی کر سکتے ہیں۔ جہاں ابھی قوانین
میراث بے انصافی پر مبنی اور شرع کے خلاف ہیں
اگر بعض لوگ اپنی ذات پر سلطان عائد کرتے تو حکومت
کی جانب کو ہرگز کوئی عذر نہ تھی کہ خواہ مخواہ
دخل دیتی۔ آپ اپنی ذات با برکات کو عارف کا
لقب دیتے ہیں مگر اتنا نہیں جانتے کہ لڑکے اور
لڑکی میں استعداد تولید ہوتے ہی اس بات کا
تقاضا شروع ہو جاتا ہے۔ اور رفیق پہلو میں رکھنے
کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ فعل قدرتی ہے کسی
میں جلدی اور کسی میں بتاخیر اسی وجہ سے
شریعت نے عمر بلوغ علامات بلوغ کے ظاہر
ہونے پر موقوف رکھی ہے خود معین نہیں کی۔ یہ
تقاضا بے پردگی کے بعد جس کا رواج ہوتا جاتا
ہے فوراً پورا ہوا کرے گا اس وقت یہ نوجوان (?) سب
اس ناہنجار قانون کی بدولت پبلک خانے
(پبلک) میں اور بدمعاشی و دزدی و بداخلاقی
میں لگے ایسے کہ نہ تو کوئی اخلاقی مجلس حکومت
نے بنائی ہے نہ حکومت کو اس کی پروا ہے نہ قوم قوم
نیشن نیشن پکارنے والے سفر ولایت کے مصارف کے
اس قسم کے مصارف کو ترجیح دیتے ہیں۔ نہ قانون ساز (اسمبلی
میں ایسے ممبر ہیں) واقعی ہونے کے بعد عجب نہیں کہ
ہندوستان تک بدمعاشوں اور رنڈیوں سے آباد نظر
آئے گا۔ یہ وہمی اور فرضی وسوسہ نہیں ہے تجربہ
اور مشاہدے پر مبنی ہے۔

اگر یہ نہیں اور وہم پر ہی [illegible]
تو پھر دنیا میں رہنا مشکل و دوبھر ہو جائے۔ بقول شخصے

شعر
جو یہاں بھی مرد دانا تو دولت ہی رہے گی
تر کا ہے کر گیا گھوڑی رہے گی

ہر بات اپنے وساوس کی بنیاد پر ایک قانون
وضع کیے جانے کا مطالبہ کرے گا اور وہ بنیاد بنے والا
[illegible] ہو جائے گی۔ ہر نام قیس عامری۔ کونسل
میں [illegible] اور پبلک کا [illegible] صدر ہوگا۔
جن عالیشان خلفا کا حضرت عارف نے نام لیا ہے

(یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کم سنی
کی شادی کا رواج عام تھا اور پھر واقعہ عقد ام کلثوم
کتب تواریخ و واقعہ عقد ام المومنین عائشہ کتب
حدیث میں)

فقہ کی کتابوں میں زنان قریش کے بلوغ و [illegible]
کا زمانہ بمقابلہ دیگر قبائل کے بہت جلد ہونا لکھا گیا
ہے۔ کوئی طب اگرچہ بچوں کے اصول کی مطابقت کی
دعوے دار ہے بعد از بلوغ خلوت کو مضرت قرار
نہیں دیتی۔ لہذا جناب عارف ناقص کی بے مارکی
تربیت کا عمل اس جولاہے کی سی ہے جس کی شادی
نہیں ہوئی تھی تب بام پر سوتا تھا خواب میں دیکھا
کہ پہلے شادی شادی کے بعد لڑائی اور لڑائی کے
ساتھ مار پیٹ ہوئی بی بی کنوئیں میں پھاندیں یہ
روکنے کو لپکا تو دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ آنکھ کھل گئی
اور لگا رونے لوگ سمجھے کہ چوٹ زیادہ لگی ہے پوچھ گچھ
شروع ہوئی۔ کیا ہوا۔ کیوں روتے ہو کہاں چوٹ
آئی۔ کدھر درد ہے۔ جولاہے صاحب نے جھلا کے
جواب دیا۔ تم کو چوٹ کی پڑی ہے میرا گھر ناس ہو گیا
عارف ہو [illegible] کنواں ان ہو [illegible] گئی۔

جناب عارف خیال فرماتے ہیں کہ اگر کم سنی میں
شادی ہوئی اور قبل از وقت مباشرت ہوئی سے دو دل
بچا اور اولاد کمزور ہوگی۔ امام غزالی و رازی سلطان
صلاح الدین اور جنرل طارق کے سے صاحبان عقل و
قوت پیدا نہ ہو سکیں گے۔ حالانکہ یہ بے خطا بحث۔
خلوت صحیحہ پر قیود عائد ہو سکتے ہیں اور کم سنی کے
عقد میں قیود کا حق کسی کو نہیں۔ اسلام میں باپ ماں
کی اطاعت اولاد پر فرض ہے وہ اگر حکم دیں اور کسی
وقت معین تک خلوت نہ ہونے دیں تو ممکن ہے لیکن
کیسا عمر آپسی ہوتا ہے۔ بعد بلوغ ٹھیک تاریخ معین
ہوتی ہے اچھا ہوتا ہے جو بات آتی ہے مقتل زبان
پر پا کی جاتی ہے۔ جبل طارق پر چڑھنے والے میاں
طارق اور بیت المقدس کے فاتح صلاح الدین ایوبی
احیاء العلوم کے مصنف غزالی اور تفسیر کبیر کے
مولف رازی سب کے وقتوں میں اس قسم کی شادیاں
ہوا کیں تاریخ سے دکھاؤ کہ کب نہیں ہوا؟!

ثابت ہے تو پھر اب بحث دو قوت عقل و علم کو آخر
کیوں بگڑ گئے۔

جناب عارف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو آپ کو منطق
میں دخل ہے نہ فقہ میں نہ تاریخ میں نہ طب میں محض
معلومات کے زور پر آپ مضمون لکھنے بیٹھ گئے۔ عقد فضولی
مضر صحت نہیں بلکہ قبل از وقت خلوت ناجائز ہے اور اگر
نا رسیدہ لڑکی یا اس کے والدین ضرر پہنچنے پر دادرسی
(دیت ضرر) یا قصاص کے طالب ہوں تو ثبوت کافی
ہونے پر قاضی ڈگری دے دیگا۔ شریعت رسیدہ و بالغ
ہونے کے بعد اس قدرتی مطالبہ کو روکتی نہیں۔ یہ اعتراض
قدرت پر بھی وارد ہوتا ہے کہ عمر بلوغ مقرر کرنے میں
اللہ میاں نے عارف مہوی سے مشورہ کیوں نہ کیا۔
وقدرت ناقص العلم ہے اور عارف ہے کامل جس چیز
کی استعداد قدرت پیدا کرتی ہے اس میں ضرر کیا؟
تاریخ رسول اور خلفا کے عقد کے واقعات سے مملو ہے۔
عقد اور خلوت میں لزوم نہیں یہ دو فعل ہیں دونوں
کا اثر جداگانہ ہے۔ مگر میاں سارڈا نے دونوں
باتوں کو ایک ہی میں مخلوط کر دیا ہے۔ وہ کیسی بھی

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۱۲۳ سنہ ۱۹۲۹ء

عدالت جناب منصف صاحب بہادر دیہی [illegible]
خوشحال وغیرہ — مدعی

بنام

بھورے [illegible] وغیرہ — مدعا علیہ

[illegible]

آج بتاریخ [illegible] ۱۹۲۹ء میرے دستخط اور مہر عدالت
سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم [illegible]

[illegible]

کمیٹی ہوگی جو قانون وضع کرے بجز اُس کے کوئی [illegible]
اختیار نہ کر سکی۔

ایک تھے پنڈت جی اُن بیچارے کو جیوتش (علم) سے لگاؤ تھا نسل کے پنڈت تھے لہٰذا لوگ تھو (تاریخ) اشگن (شگون) ساعت پوچھنے آتے تھے۔ حساب میں دخل نہ تھا شگون ساعت بتانے میں کوئی محنت نہ کرتا تھا جو جی میں آیا کہہ دیا۔ مگر تاریخ کا معاملہ تھا ٹیڑھا اُس کی یہ تدبیر کی کہ کنکریاں گن کے رکھ لیں۔ صبح اُٹھے ایک کنکری اِدھر سے اُدھر کر دی۔ اتفاق کی بات پنڈتانی اُسی کوٹھری میں گئیں جس میں کنکریاں ڈھیر تھیں جھاڑو دینے میں سب کنکریاں مل گئیں۔ پنڈت جی کو خبر نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص آیا اور اُس نے تیتھ پوچھی مہاراج نے بسبب عادت سنگریزوں کی طرف رجوع فرمائی اب جو دیکھتے ہیں تو ایک طرف چھوٹے چھوٹے صرف چار سنگریزے رہ گئے انھیں

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۰ سنہ ۱۹۲۹ء

بعدالت جناب [illegible] منصف [illegible] ملیح آباد لکھنؤ
شیو بخش ساہ ولد [illegible] ساکن
موضع [illegible] تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ — مدعی
بنام
بابو سنگھ وغیرہ — مدعا علیہ
[illegible]
تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ [illegible]
[illegible] شیو بخش ساہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] R 36 [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج تاریخ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء [illegible]
(مہر عدالت)
وقت حاضری [illegible]

یاد تھا کہ کل تک یہ حضرت زیادہ سے زیادہ [illegible] مگر پوچھی مولانا حسن سے کہنے لگے کہ [illegible] سے تم نے یہ کیا کیا ہمارا دل میں "کرتی کیا کچھ اِدھر نہیں کچھ اُدھر میں نے دو تو کنکر کے (دانے) ایک طرف کر دیا۔ پنڈت جی نے تاریخ کے سائل سے فرمایا کہ بھیا دیتے آج کل جو تھ سو [illegible] (چوتھی تاریخ) کی نئی قسم سائل نے خوش مگر کیا کرتا وسیلہ علم صرف پنڈت جی تھے [illegible] صدقہ تھا یہی حال [illegible] اور [illegible] کا ہے۔ اُن کے بل میں عقل کسی طرح سما نہیں سکتی وہ لوگ جو عالم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس قسم کے سفینے کمیٹی یا اُن ممبروں کی تائید میں پیش کرتے ہیں سمجھانے آ کر بند کر لی اور منہ کھول دیا وہ خواہ مخواہ دخل دیتے ہیں۔ ایسا معاملہ جس میں صحاح قابل رعایت تنقیص نکلتی ہیں اور شقوق کی جہات بھی مختلف و متضاد ہیں ایک قانون کلی کے تحت میں آ ہی نہیں سکتا۔ جبکہ سیرت نبوی قولاً و فعلاً اسکے خلاف ہے اور مصالح عقلیہ بھی اسکے مقتضی ہیں کہ اجازت باقی رکھی جائے۔

مولوی محمد یعقوب نائب صدر مجلس واضع قوانین کا اختلافی نوٹ مفصل نہیں لیکن قطعی حجت پر مبنی ہے۔ کلمات خداوندی کا بدل دینا شرعی مسلمات کو اُلٹ پلٹ کرنا سیرت نبویہ اور اخلاق صحابہ رضوان اللہ علیہم سے غلط معانی اخذ کرنا بڑی جرأت کا کام ہے اور جناب عارف ہسوی انھیں بڑی لوگوں میں [illegible] ہیں۔ آپ کیا معقول دلیل پیش فرماتے ہیں کہ کتاب تعزیرات ہند نے اکثر مقامات پر "مداخلت فی الدین" کی ہے۔ تو اس مسئلہ پر کیوں شک کیا جائے یعنی اگر ایک بار چپت کھائی اور کھوپڑی سہلا کے چپ ہو رہے تو روز کیوں جڑاؤ کام کے لیے چندہ یا پیش نہیں کرتے۔

حکومت خود کہتی ہے کہ ہم اعتراضات پر غور کرنے کے لیے مستعد ہیں آپ ہیں کہ خواہ مخواہ فرماتے بزرگان دین پر چوٹ کرتے اور کہتے ہیں کہ انھوں نے شریعت میں برابر دخل دیا۔ خلفائے راشدین ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ایک ہی حکم [illegible]

تغیر ہونے پائے۔ آپ وضع و ساہیت کے مخالفین کو اعتراض کرنے کے اندر [illegible] تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام شریعت اسلام اہل اسلام کے تابع فرمان تھے یہ تو بزرگان دین کی دیانت پر صریح حملہ ہے شریعت اسلام کی سالکہ اس وجہ سے قائم ہے کہ جن لوگوں کے واسطوں ہم تک احکام پہنچے وہ قابل اعتماد تھے اگر انھیں کو مجرم آپ ٹھہرا دیتے ہیں تو پھر حدیث قابل عمل رہتی ہے نہ قرآن۔ نہ اور کوئی تصنیف روایت۔ غزالی کا اعتبار باقی رہتا ہے نہ رازی کا۔

مولانا پنچ! آپ مذہبی امور سے الگ تھلگ ہیں اس وجہ سے مجھے زیادہ جرأت نہیں ہوتی کہ جناب عارف کی تحریر پر جو کہ درحقیقت عامہ اسلام پر حملہ ہے قطعی دلائل پیش کروں۔ مگر کیا کیجیے معاملہ ایک قانون کا ہے جو عنقریب نافذ ہونے والا ہے قوانین ملکی میں جنسیت کے جوں ہی خاص لگی ہوں یا انتظامی۔ اُن کے بارے میں نکتہ چینی کرنا آپ کا فرض ہے۔ [illegible] ہے کہ [illegible] مضمون پورا چھاپ دیجیے۔ [illegible] مرحوم نے ایک مرتبہ [illegible] قانون [illegible] کے حقوق کی بحث سے مجروح تھا۔ باقی آئندہ

راقم

ادیار المعروف [illegible]

بالے پن کا بیاہ اور منطق آرا بیگم

(نمبر ۲ تتمہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء)

ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟ اے وہی بچپنے کی شادی اور اُس کے قانون کی [illegible] کا ذکر تھا۔ سنو مولانا پنچ۔ جتنے قانون اس وقت تک حکومت نے بنائے ہیں اُن میں سیکڑوں جگہ ایک عیب ضرور ہو ہے یعنی وہ بنانے والے بنانے کی صحیح علت کبھی ظاہر نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہتا کہ آخر اسکی ضرورت کیا تھی چوری چکاری۔ دھوکا جعل لوٹ مار۔ خیانت کے روکنے کی وجہ ظاہر ہے۔ بال کا قانون۔ علت نہیں بیان کرتا تو کیسی۔ سب کو معلوم ہے کہ [illegible]



مسٹر پنچ:۔ اپنے دوسرے ہندی بھائیوں (جرائد) کی ہم زبانی (بجانب) بھی کرتے ہیں۔ جل فتح مبارک! اگر دو کھیلے نند لال!!


ز غارت چمنت بر بہار منت ہاست
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند
کارخانہ اصغر علی محمد علی تاجران عطر چوک لکھنؤ کے عطر میں تازہ پھولوں کی نکہت ہوتی ہے

بیان ہو رہا ہے۔ پھر بھلا ایمان کی طرف سے کوئی
مومن غفلت کیوں کرنے لگا تھا۔۔۔ ہمارا ایمان
ہر وقت بڑھاتی رہتی ہے جہاں کہیں ایمان کا
معاملہ آن پڑتا ہے پل پڑتی ہے اور ترقی کی
ترکیب نکال لیتی ہے۔ جس قانون کی علت ظاہر
نہیں ہے اس میں انصاف کی گنجائش بہت کم ہے
حاکم کی کچہری پر موقوف ہے جیسا چاہے ویسا فیصلہ
لکھ دے۔ سینکڑوں جرم ایسے ہیں جو بہ نیت نہیں
نیک نیت ہونے پر بھی جرم ہی رہتے ہیں جیسے
آبرو ریزی کا قانون کوئی شخص مال مردم خوری کی
کی بدولت امیر ہو جائے اسے پکڑوا دیا جائے تو وہ آبرو ریزی
کہلائے گا اور جو کوئی اسکے خلاف کہے گا سزا
پائے گا حالانکہ وہ سچ کہتا ہے اور دنیا کو ایسے
شخص کے پھندے سے بچانا چاہتا ہے۔ اور ہر ایک
ایک بڑے آدمی کو تم نے لوگوں کے سامنے ذلیل
کر دیا وہ ذلیل ہو گیا چلو جیل خانے۔ سرکار اور
سرکاری پولیس جس کی ٹوپی چاہے اتار دے
سب لوگ لاچار ہیں تم اس پر دعویٰ نہیں کر سکتے۔
اسی بے نیت اور علت صاف صاف نہیں ظاہر
کی گئی۔ بانے پن کے بیاہ کا قانون بھی علت
بیان نہیں کرتا وہ کہتا ہے:۔

"چونکہ بچپن کی شادی روکنا ضروری ہے اسلئے
مندرجہ قانون نافذ کیا جاتا ہے۔ اس قانون کا نام
"روک ادر شادی بچگان" ہو گا۔

کوئی پوچھے کہ آخر کیوں روکنا مقصود ہے؟
جس وقت کوئی قانون کونسل میں پیش کیا جاتا
ہے اسوقت علت بھی بیان کی جاتی ہے مقرر صاحب
بیان کرتے ہیں اگر اس کا خلاصہ قانون میں منصف
یا مجسٹریٹ کی ہدایت کے لیے لکھ دیا جائے تو وکیلوں
کو علت اور معلول پر بحث کرنے کا موقع ملے
انصاف کو بھی کمک پہونچے۔ ابھی یہ واقعہ تازہ ہے
قانون پیش کرنے والے نے چھوٹی چھوٹی دل سے
گھڑی ہوئی علتوں کے ساتھ اولاد کی کمزوری کو
قانون بنانے کی اصل علت قرار دیا ہے۔ بھلا کون
شخص ہے جو اپنی اولاد کی کمزوری سے نہ ڈرے۔

چند روز کے بعد یہ اظہار ہوا جس کی ... تو نہ سمجھے
نہ زمین کے نہ آسمان کے۔ کوئی مجسٹریٹ نہیں ہو جس سے
کہ قانون کی ایجاد کے وقت کسی نے کہا کہ اس کا
جواب کیا ہوگا۔ میری رائے ہے کہ اس قانون کا نام
بلحاظ موقع ... رکھا جائے یعنی "ایک مدت کے لیے
عورت مرد کا ختنہ"۔

جو سبب اس قانون کی ایجاد کے بارے میں بیان
کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ۔ صاحب ۱۴ برس کے سن سے
پہلے جو لڑکی مرد سے واقف ہو جاتی ہے اور پیٹ
رہ جاتا ہے تو اولاد سینک سلائی روگیلی مرجھلی
ناتوان پیدا ہوتی ہے اور اکثر مر جاتی ہے۔ زندہ
رہی تو ہمیشہ بے ستی اور بیمار رہتی ہے لوگوں نے
یہ اپنے دل سے بات خود باندھے ہیں۔ ہیں کسی پوچھا
کہ اگر چودہ برس کے سن میں لڑکی کسی بیماری میں
مبتلا ہو گئی اور بیماری باقی رہی تو عمر بھر روگیلی
بچے جنتی ہے کیا اس کے لیے بھی کوئی قانون بنا ہے؟
یا صاحبزادے اکیس برس کے بعد سوزاک آتشک
میں مبتلا ہو گئے اولاد ویسی ہی ہونے لگی تو کیا ان
کے روکنے کے لیے کوئی قانون بنایا نہیں جاتا؟
قانون لوگوں کو جائز طریقہ پر شادی کرنے سے روکتا ہے
زنا کرنے سے یا بغیر شادی کے کھیل کھیلنے سے نہیں روک
سکتا۔ عام طور پر لڑکے ۱۷ سترہ برس کے سن میں بچہ
پیدا کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ شادی نہ ہوئی تو آخر
کسی نہ کسی طرح گرم پانی ضرور نکال لیں گے۔ جبکہ عورت
میسر نہ آئے گی وہ ... آپس میں بدکاری کریں گے یا ...
جس سے عمر بھر صحت کو روتے رہیں۔ یہ سب ... اور ...
ہیں اگر اولاد کی کمزوری ہی کا خیال ہے تو ایک قانون
... کے نام سے بھی ... بنا دو۔ کمزور مرد و عورت کی اولاد ضرور کمزور ہوتی ہے
جنھیں خدا نے روپیہ دیا ہے وہ جوان جہاں چھوکریوں
کو بھی ... کے جال میں پھانس لیتے ہیں خرچ کرو
بڑے میاں نے ہزار کوششوں سے ایک روگیلی بچہ
پیدا کیا تو کیا وہ مستم ہوگا .... ؟ کیا ایسی
پیدائش کے لیے کسی قانون قاعدے کی ضرورت نہیں
... بڑے ... وہاں سے کمزوری کے

دشمن بن کے کمائی بچائی سے انسان اسی برس میں
بھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ اور کمائی وہ چیز ہے جو پندرہ
برس کے لڑکے اور تیرہ برس کی لڑکی کو آپ پیدا ہونے
نہیں دیتی۔ ہندوستانی لوگ مرتے ہیں اور بچے بھی
کمزور رہتے۔ ان کمزوروں کی اولاد بھی گندی بوٹی کا
گندہ ... بات کے معنی تو یہ ہیں کہ ۱۴
برس کے سن میں بھی کوئی لڑکی جوان نہ ہوئی اور کہیں
برس کے سن تک پہونچ کے کوئی لڑکا شادی اور اولاد پیدا
کرنے کے قابل نہ ہوا تو وہ روز شادی کرنے سے روکے
جائیں۔ یہ ابھی منطق ہے کہ جوان کمزور اولاد نہ جنے
پائیں اور ڈر ہے کہ مرنے جو گے نسل ہمیشہ بڑھاتے رہیں
جوانوں سے کمزور اولاد پیدا ہوگی اور گور کنارے
بڈھوں سے تندرست۔ جو روس بڈھا چھوکریوں سے
دل لگیاں کرکے جی بہلائے اور بچے کھیلنے کھانے کے
دن میں وہ زنا کریں تو جگر شادی کریں تو جیل جائیں
زنا جائز شادی ناجائز۔ خدا بچائے ایسی منطق سے
جو بدکاری پر خوش اور نیکی سے ناراض ہے۔ رضامندی
سے زنا ہو تو دل شاد۔ رضامندی سے نکاح ہو تو جرمانہ
اور قید۔ یہ تو ہوئی ایک بات۔ اب دوسری منطقی
غلطی سنیئے کہ قانون میں ۱۴ برس سے کم سن لڑکی
کو "بچہ" ہے اور ۱۸ برس سے کم سن والا لڑکا بھی بچہ ہے
شادی بچگان سے مراد ایسی شادی ہے جس میں دولہا دولہن
بچہ ہوں "بچہ" اور "نابالغ" کے معنی ایک ہی ہیں مگر
لڑکے کے بارے میں قانون صاحب فرماتے ہیں کہ جو
عورت ۱۸ سال کی عمر کے درمیان بچپن کی شادی کریگا
اسے سزا دی جائے گی۔ اس عبارت کے یہ معنی
ہوئے کہ مرد ۲۱ سال تک بچہ ہے۔ پھر وہ تعریف
کدھر گئی جسے ۱۸ سال کے مرد کو بچوں میں شامل کیا
کہنا یہ چاہیے تھا کہ ۱۸ سال کی عمر تک مرد کا شمار بچوں
میں ہوگا۔ اے خدا کی پھٹکار یہ کوئی منطق ہے جو ایسے
جاہل لوگ قانون بنانے کا کام کر سکتے ہیں؟ پھر ارشاد
ہوتا ہے کہ جو مرد ۲۱ سال سے زائد عمر میں بچپن کی
شادی کریگا اسے سزا دی جائے گی۔ اسکے کیا معنی ہوئے؟
یہی کہ ۲۱ سال کے بعد مرد کے دل ایسی شادی کے زمانہ
... جائیں گے کسی ۱۴ برس سے کم سن عورت کے ساتھ

کی جائے۔ خلاف ورزی کرنے والا ذمہ دار ہوگا۔ کیسی صاف اور سیدھی منطقی کی عبارت ہے۔ ہندی انگریزی سے واقف نہیں اردو عبارت چھپی ہوئی سامنے ہے مگر جس ہو کی انگریزی کی عبارت میں ایسی ہی گنجلک اور بھونڈی ہوگی جیسی کہ اردو ہے۔ ارے صاف صاف یوں کہو کہ ۱۸ سال کے بعد مرد اپنے فعل کا ذمہ دار ہے اگر وہ اس قانون کے خلاف کرے گا تو سزا پائے گا۔

اس قاعدے کے بعد بچوں کے ولی پر شدت کی گئی ہے ماں باپ ہوں یا غیر، بس قانون ختم ہو گیا۔ یہ ذکر ہی نہیں کہ اس قانون کے خلاف عمل درآمد ہونے پر استغاثہ کرنے کا حق پولیس کو ہے یا محلے والوں اور دشمنوں یا جس کا جی چاہے وہ اسے ٹھونک دے۔ نہ یہی ذکر ہے کہ عمر کا حساب کیونکر ہوگا اور کسے مراد لیا ہے۔ دس منٹ پانچ منٹ ایک سکنڈ بھی۔ عمر کی حد میں داخل ہیں یا نہیں۔ اگر گھنٹے آدھ گھنٹے کی کمی پر کسی نے پولیس میں مقدمہ کھڑا کر دیا تو اس بڑے کام یعنی شادی بیاہ کی سزا عائد ہوگی یا نہیں۔ یا اتنی مدت کی کمی بیشی معاف ہے۔ کیا کوئی ڈاکٹر ایسا بھی ہے جو پیدائش کا صحیح وقت بتا سکے؟ کیا اس قانون میں کوئی ایسا استثنا بھی ہے جو پانچ منٹ کی کمی پر مجسٹریٹ کو سزا دینے سے روک سکے؟ کیا ہر ایک شادی خواہ وہ اس قانون کے تحت میں آتی ہو پولیس یا دوسرے دشمنوں کی شرارت کی زد میں نہ آئیگی؟ یعنی جب چاہیں اور جس شادی کے بارے میں چاہیں استغاثہ دائر کر دیں۔ پولیس تو ہر الزام سے بری ہے اسکے لیے کوئی سزا مقرر نہیں جو پریشانی جھوٹے مقدموں کی پیروی میں بیچارے ملزموں کو اٹھانی پڑے گی اسکا ذمہ دار کون ہے؟ ارے صاف صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ اب سے عقد نکاح بھونڈی اور گندہ رسم کا رواج موقوف کیا جاتا ہے۔ جس کا جی چاہے زنا کرے تو کرے شادی کا نام نہ لے۔

بیسیوں لڑکوں کی داڑھی مونچھ بیس تیس برس کے بعد نکلتی ہے۔ اکثر تمام عمر لونڈے ہی رہتے ہیں۔ دس بچوں کا باپ ہو جانے پر بھی گال چکنے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی جان عذاب میں پھنسی رہیگی۔ پولیس کوئی ڈاکٹر تو ہوتی نہیں جو ولدیت اور دوسری علامتیں دیکھ کے عمر پہچان لے۔ نہ پولیس ہر شخص کی دائی جنائی ہوتی ہے جو یاد رکھے کہ فلاں بچہ فلاں تاریخ پیدا ہوا تھا۔ وہ ہر بٹیے پر [illegible] بھی رہتی ہے۔ آج یہاں کل وہاں ایسی حالت میں خواہ مخواہ بےگناہ مردوں کی گرفتاریاں ہی ہو گئیں۔ مجسٹریٹ صاحب مقدمہ ثابت ہونے پر صرف اتنا کرسکیں گے کہ ڈاکٹر کی شہادت سے ملزم کی عمر ۲۲ سال کی ثابت ہوئی لیکن پولیس بے قصور ہے اسوجہ سے کہ ملزم داڑھی مونچھ سے محروم ہے دھوکا ہوا۔ یہ کب ہو گا جب ہزاروں روپیہ تباہ ہو میں بٹ جائیں گے۔ ہیں ان عقل کے اندھوں کو جنہوں نے قانون کی عبارت بنائی ہے منطق پڑھنے اور ہوش کے ناخن لینے (ناخن) کی صلاح دیتی ہوں

راقم

منتظم آبا بیگم

مسئلہ ادبیہ

حکیم آشفتہ صاحب پر جناب مرزا محمد عسکری صاحب بی اے نے اعتراض وارد کیے اور پھر خود ہی اپنے اعتراضات کی صحت و تصدیق کے لیے استفسار بھی شائع کر دیا۔ بجواب استفسار مذکور جناب نواب سید نواب سید علی حیدر طباطبائی صاحب نظم نے بھی کچھ گل افشانی فرمائی ہے۔ نواب صاحب موصوف کبھی کبھی عربی کی ٹانگیں بھی توڑ دیتے ہیں لہذا صرف ان سے ایک بات پوچھنی ہے کہ انھوں نے کبھی عربی کی کتب ادبیہ و قصص میں (مثلاً الف لیلہ و لیلہ وغیرہ) فتادٰہ و فقد غربت عیناہ بالدموع و ذرفت من عینیہ العبرات بھی لکھا دیکھا ہے؟ کیا اسکا ترجمہ بجز "وہ رنجیدہ ہوا اور ڈبڈبائیں آنکھیں آنسوؤں سے اور آنکھوں سے آنسو بہائے" کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے؟ تغرغر یا غرغرہ اسم صوت ہے کلی منہ میں لے کے حلق تک پانی لیجانے اور غرغر کی آواز پیدا کرنے کا نام ہے تغرغر اس طرح کہ پانی حلق سے نیچے نہ اترنے پائے آنکھوں سے آنسو اسی طرح اٹھتے ہیں کہ پھر واپس نہیں جاتے لہذا کلام عرب میں "تغرغر عین" کے صحیح معنی "آنکھیں ڈبڈبانے" کے ہوئے آنکھوں میں آنسوؤں کے سوا اور کسی چیز کا تغرغر مقصود نہیں لہذا "بالدموع" کی قید یا تصریح فضول ہے مگر کلام عرب میں موجود ہے۔ علی ہذا القیاس [illegible] فارسی کلام میں موجود ہے۔ [illegible] ممکن ہے [illegible] آنکھوں کے سوا کہیں نہیں [illegible] چشم [illegible] کی تصریح ہے۔ مگر اہل زبان کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے کہ آشفتہ صاحب نے عربی کے اس محاورے کا ترجمہ کیا ہو۔ ایسی حالت میں جناب کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ "آنسو آنکھوں میں ڈبڈبا آئے" کہنا چاہیے۔ جب تک آپ [illegible] بیان نہ فرمائیں [illegible] ہمارے نزدیک بھی [illegible] یہ بھی [illegible] آنکھیں ڈبڈبائیں [illegible] آنسو [illegible] کہنا چاہیے اسلیے کہ [illegible] پاک [illegible] کیا غضب ہے کہ غالب علیہ الرحمہ عربی کی کلام کی متابعت کیا آنسوؤں کی شمع روشن کریں ؎

[illegible]
دگر [illegible] ہو گیا ہے [illegible] تم نہ آنسو بہایا کرو
اور [illegible] سے [illegible] بیٹھ کر [illegible] فراق
میں یہ سمجھوں کہ شمعیں ہو فروزاں ہو گئیں

دیگر کوئی اعتراض ہو تو اگرچہ [illegible] شعر ہے اس شعر کو [illegible] ترجمہ کی روشنی کی ہوتی نہیں ہے ترجمہ کی بدولت اردو نے کافی ترقی کی ہے۔ عربی میں کسی نے کہا ہے ؎

تمنیت من اهوی فلما لقیته ۔ بهتّ فلم املک لسانا ولا طرفا
وکنت معدّا للعتاب دفاترا ۔ فلما اجتمعنا ما وجدت ولا حرفا

[illegible] شکایت کے دفتر جمع تھے مگر ایک حرف بھی [illegible] فارسی والا یوں ادا کرتا ہے ؎

گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم
چہ بگویم کہ غم از دل برود چو تو بیائی

اردو [illegible] وصل [illegible] کہتا ہے ؎

اب کہنے کو [illegible] یاد [illegible] ۔ سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

یہ سمجھنا چاہیے کہ محاورات کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ مضامین کی طرح محاورات بھی ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کیے گئے۔ مضمون طویل ہوتا جاتا ہے مختصر یہ کہ آپ جو کچھ مرزا محمد عسکری صاحب کے استفسار کا جواب دیا وہ معقولیت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

خاکسار [illegible] ہے [illegible] جناب